احکام القرآن للجصاص

باب البیع

(۲)

ترجمہ و تعلیق از غلام مرتضیٰ آزاد

تنگدست قرضدار کو مہلت دینا

ارشاد الٰہی، ''وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة،،۱ (اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو (اسے) کشائش (حاصل ہونے) تک مہلت (دو۔) میں دو نحوی ترکیبوں کا احتمال ہے۔ ایک یہ کہ کان۲ کی خبر محذوف ہے یعنی و ان کان ذوعسرة غریما لکم (اگر کوئی تنگدست تمہارا مقروض ہو) اور دوسرا یہ احتمال کہ '' کان ،، اپنے معنی کی وضاحت میں خبر کا محتاج نہیں (''کان،، تامہ ہے) یعنی و ان وقع ذو عسرة او وان وجد ذو عسرة (اگر کوئی تنگدست ہو) جیسا کہ عرب شاعر کے اس شعر میں ''کان،، تامہ ہے اور اپنے معنی کی وضاحت میں خبر کا محتاج نہیں :۔

فدی لبنی شیبان رحلی و ناقتی۔ اذا کان یوم ذو کواکب اشہب

(بنی شیبان پر میرا کجاوہ اور میری اونٹنی فدا ہو اس دن جبکہ تلواریں ٹوٹتے ستاروں کی طرح چمکتی ہوں، یعنی جس دن گھمسان کا رن پڑے)

اس کلمہ کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں ۔ ابن عباس، شریح، اور ابراہیم سے مروی ہے کہ یہ حکم سود کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ (قاضی) شریح سودی دین۳ کے علاوہ دوسرے دین کے معاملہ میں تنگدست قرضدار کو قید کردیتے تھے جبکہ ابراھم، حسن، ربیع بن خیثم اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ حکم ہرقسم کے دین کے بارے میں ہے۔ ایک اور روایت میں ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ۔ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ آیت تو سود کے

بارے میں - ہے مگر اس پر قیاس کرتے ہوئے دیگر دیون میں بھی یہی حکم ہوگا۔

ابوبکر (مصنف) کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یہ کلمۂ خداوندی ہر قسم کے دین پر حاوی ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور چونکہ بعض اسلاف نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے اور ظاہر ہے کہ احتمال کی وجہ کے بغیر وہ یہ مفہوم بیان نہ کرتے تو ضروری ہوا کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے اور بغیر کسی دلیل کے سود تک محدود نہ رکھا جائے اس لیے کہ ایسا کرنا عام لفظ کو بلا دلیل خاص کرنا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ''و ان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة،، حکم کا فائدہ دینے میں کافی نہیں ہے، کہ یہ ما قبل سے منسلک ہے، اس لیے اس کا حکم ضرور ما قبل (بیان کردہ چیز یعنی سود) تک محدود ہے . . . تو جو اب میں کہا جائے گا کہ یہ کلمہ، جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کافی ہے کیونکہ اعسار (تنگدستی) اور انظار (سہولت تک تاخیر) کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مہلت صرف ایسے دین یا حق میں دی جاتی ہے جسکا جلد یا بدیر مطالبہ ہوتا ہے، پس جب ان الفاظ کے اندر ایک ایسے دین کی طرف اشارہ موجود ہے جسکی ادائیگی میں مدیون کو بحالت عسرت مہلت دینے کا حکم ہے تو یہ کلمہ حکم کا فائدہ دینے میں کافی ہے، اپنے عموم پر باقی ہے اور اسے سود تک محدود رکھنا ضروری نہیں۔

ہمارے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرنے والے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان الفاظ کو سود کے بارے میں سمجھنا درست نہیں اس لیے کہ اللہ نے تو سود کو باطل کردیا پھر اس میں مہلت دینا کیسا؟ لہذا یہ آیت لازماً ہر قسم کے دین کے بارے میں عام ہے۔ مگر یہ دلیل بے وزن ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کے ارشاد، ''و ذروا ما بقی من الربا،، کی رو سے ''شرط کی ہوئی زائد

رقم،، باطل ہے نہ کہ اصل سرمایہ ۔ اور یہ بات، ’’فان تبتم فلکم رؤس اموالکم،، میں واضح طور پر موجود ہے ۔ اس کے بعد ارشاد ہے، ’’و ان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة،، جس سے ہر قسم کا دین مراد ہے اور راس‌المال بھی ایک قسم کا دین ہے ۔ ’ما بقی من الربا، (بقیہ ربا) کو باطل کردینے سے راس المال کا ابطال نہیں ہوا بلکہ یہ اس پر دین ہے اور اس کا ادا کرنا واجب ہے ۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب سود کے راس المال (اصل سرمایہ) کی ادائیگی میں (بصورت عسرت) مہلت دینے کا حکم ہے تو دوسرے دیون کا حکم بھی یہی ہوگا، کیونکہ وہ سارے ایک ہیں ۔ جواب یہ ہے کہ ہماری بحث آیت کے حکم کے عام ہونے میں ہے، یعنی اس بات میں کہ آیت کا عام حکم کن کن چیزوں پر منطبق ہے ۔ اگر اس آیت کے حکم کو ربا کے راس المال کے ساتھ خاص سمجھا جائے تو یہ آیت بطریق نص دوسرے دیون کو شامل نہ ہوگی، حالانکہ آیت تو عموم معنی کی وجہ سے (بطریق نص) ہر قسم کے دین کو شامل ہے ۔ اور ایسی صورت میں (ربا کا راس المال مراد لینے کی صورت میں) آیت کسی دوسری دلیل کی محتاج ہے جو اس کے حکم کو ربا کے راس المال میں اور پھر علی وجہ القیاس دیگر دیون میں ثابت کرے لیکن یہاں قیاس کی بحث نہیں، آیت کے عموم اور خصوص سے بحث ہے ۔ قیاس اور مذکور کو غیر مذکور میں شامل کرنے کی بحث ایک الگ مسئلہ ہے ۔

ارشاد الٰہی ’’فان تبتم فلکم روؤس اموالکم،، کی رو سے قرض خواہ کا قرضدار سے اس کی رضا مندی کے بغیر راس المال واپس لے لینا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے یہاں پر مقروض کی رضامندی کی شرط کے بغیر قرض کی رقم کے مطالبہ و تقاضا کو جائز قرار دیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدیون مانے یا نہ مانے طالب دین اپنا حق لے سکتا ہے ۔ اسی مفہوم کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے ہند کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ۔

ہند نے آپ سے بیان کیا ''ابو سفیان کنجوس آدمی ہیں وہ مجھے میری اور میری اولاد کی ضرورت کے مطابق خرچ نہیں دیتے،، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، ''ابو سفیان کے مال سے بقدر ضرورت جو کافی ہو، لے لیا کرو،، ۔ حاصل یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر ہند کو اپنا حق لینے کی اجازت دی ۔

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر مدیون دین ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے ادا نہ کرے تو وہ ظالم ہے ۔ اس نکتے کی وضاحت دو طرح سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ''فان تبتم فلکم رؤس اموالکم،، میں اللہ تعالی نے طالب دین کو راس المال کے مطالبہ کا حق دیا اور اس ضمن میں مدیون کو راس المال ادا کرنے اور ادائیگی سے باز نہ رہنے کا حکم دیا ۔ پس اگر مدیون ادائیگی سے باز رہا تو طالب دین کے حق میں ظالم ٹھہرا، ظالم کہلانے کا مستحق ہوا اور حبس (قید) کی سزا کا مستوجب ۔ دوسرے یہ کہ ارشاد الہی، ''لا تظلمون و لا تظلمون،، کا مفہوم ہے نہ تو زیادہ لیکر ظالم بنو اور نہ ہی راس المال سے کم وصول کرکے مظلوم بنو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے راس‌المال پورا ادا نہیں کیا وہ ظالم ہے لہذا سزا کا مستحق ہے ۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کو مارپیٹ کی سزا نہیں دی جائے گی لہذا ضروری ہے کہ اس کو حبس (قید) کی سزا دی جائے اس لیے کہ دنیاوی احکام میں اس کے علاوہ دوسری سزائیں بالاتفاق اس سے ساقط ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ بعض ارشادات اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں ۔ چنانچہ ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، اس نے کہا ہم سے ابو داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے عبداللہ بن محمد النفیلی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے عبداللہ بن مبارک نے، بواسطہ وبر بن ابی دلیلۃ، بواسطہ محمد بن میمون، بواسطہ عمرو بن الشرید ، بواسطہ شرید، رسول اللہ سے بیان کیا کہ نبیؐ نے

فرمایا، ”لی الواجد یحل عرضه و عقوبته،، ۔ (تونگر کا انکار اس کی عزت اور عقوبت کو حلال کردیتا ھے) ، ابن المبارک نے کہا یحل عرضه (عزت) سے مراد ھے اس کے ساتھ درشتی سے پیش آنا اور ’ یحل عقوبته ، سے مراد اس کو حراست میں لے لیناھے ۔

ابن عمر، جابر اور ابو ھریرہ نے نبی صلی اللہ علیه وسلم سے بیان کیا، ”مطل الغنی ظلم و اذا احیل احد کم علی ملی فلیحتل (تونگر کا (قرض کی) ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ھے، جب تم میں سے کسی شخص کا معامله قرض تونگر کے ذمه ڈال دیا گیا ھو تو قرض خواہ کو چاھیئے که اس کے ساتھ چمٹا رھے) ۔ تو نبی صلی اللہ علیه وسلم نے مالدار کے ٹال مٹول کو ظلم کہا اور ظالم لامحاله سزا کا مستحق ھے۔ یه سزا حبس (حراست میں لے لیا جانا) ھی ھوگی اس لیے که بالاتفاق نبی صلی اللہ علیه وسلم نے اس کو کوئی دوسری سزا دینے کا ارادہ نہیں کیا ۔

ھم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، اس نے کہا که ھم سے ابو داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ھیں نضر بن شمیل نے بتایا انہوں نے کہا ھم کو ھرماس بن حبیب نے جو اھل بادیه سے تھے اپنے والد کے واسطه سے بتایا، ان کے والد سے ان کے دادا نے کہا ، ”نبی صلی اللہ علیه وسلم کی خدمت میں ایک مدیون کو لے کر پیش ھوا تو آپ نے مجھ سے کہا، ”اس کو گرفتار کرلو،، ۔ پھر آپ نے فرمایا ”اے بنی تمیم کے بھائی تم اپنے اسیر کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاھتے ھو،، ؟ یه حدیث اس بات کی دلیل ھے که طالب دین، مدیون کو گرفتار کر نے کا حق رکھتا ھے ، اس لئے که نبی صلی اللہ علیه وسلم نے مدیون کو ’اسیر، کہا ۔ اس سے معلوم ھوا که طالب دین مدیون کو ماسور (گرفتار) کر سکتا ھے ۔ اس طرح آپؐ کے ارشاد، ” لی الواجد یحل عرضه و عقوبته،، میں ’عقوبت، سے مراد محبوس کرنا ھے اس لئے که حبس کی سزا کے علاوہ کسی نے اسے دوسری سزاؤں کا مستوجب قرار نہیں دیا ۔

البته فقہاء نے اس حالت کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو مدیون کی گرفتاری کا موجب ہوتی ہے ۔ اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب (احناف) کی رائے یہ ہے کہ ''اسے جس قسم کا دین ہو، دو ماہ سے تین ماہ تک حراست میں رکھا جائے، اس کے بعد اس سے دین کی ادائیگی کے لئے کہا جائے اگر وہ شخص مالدار ہے تو جب تک دین ادا نہ کردے حراست میں رکھا جائے ۔ البتہ نادار ہے تو اسے رہا کردیا جائے'' ۔

ابن رستم نے، بواسطہ محمد، (امام) ابو حنیفہ سے بیان کیا کہ اگر ''مدیون اپنے آپ کو نادار بتلائے اور گواہ پیش کرے یا یوں کہے کہ ''میں نادار ہوں تم میرے بارے میں لوگوں سے پوچھ لو''، تو ایسی صورت میں لوگوں سے پوچھے بغیر اسے دو ماہ سے تین ماہ کے عرصہ تک حراست میں رکھا جائے اور اس کے بعد لوگوں سے اس کی معاشی حالت دریافت کی جائے لیکن اگر کسی شخص کا نادار ہونا معروف ہو تو اس کو حراست میں نہیں رکھا جائے گا ۔

طحاوی نے احمد بن عمران سے بیان کیا کہ متاخرین احناف کے نزدیک، جن میں محمد بن شجاع بھی شامل ہیں، ''مال کی شکل کے قرضے مثلاً خریدی ہوئی اشیاء کی قیمتیں یا سامان وغیرہ جن پر مقروض نے قبضہ کیا ان کے بدلے (عدم ادائیگی کی صورت میں) مقروض کو حراست میں رکھا جائے، اور وہ دیون جو مال کی شکل میں مدیون کے ہاتھ نہیں آئے، مثلا مہر، معاوضۂ خلع، دیت، کفالت وغیرہ تو ان کے بدلے اس کو حراست میں نہ رکھا جائے جب تک کہ ان چیزوں کے واجب الاداء ہونے اور مدیون کے مالدار ہونے کا ثبوت نہ مل جائے'' ۔

ابن ابی لیلی کے نزدیک ''مدیوں کو صرف اس صورت میں حراست میں لیا جائے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے پاس مال موجود ہے'' ۔ امام مالک کی رائے ہے کہ ''مدیون کو، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، نہ حراست میں لیا جائے نہ اس کے متعلق تفشیش ہی کی جائے ۔ ہاں اس پر مال چھپا رکھنے کی تہمت

لگائی گئی ہو تو اس صورت میں اسے گرفتار کرلیا جائے اور اگر کچھ برآمد نہ ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے،، ۔ حسن بن حی کہتے ہیں، ’’مدیون مالدار ہو تو اسے حراست میں لے لیا جائے اور نادار ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے ۔،، (امام) شافعی کی رائے ہے کہ، ’’اگر کسی شخص کا مدیون ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے پاس جو کچھ ہے اسے بیچ کر اس کی قیمت طالب دین کو دے دی جائے اور مدیون کو حراست میں نہ لیا جائے لیکن اگر مدیون اپنا اثاثہ ظاہر نہ ہونے دے تو اسے پکڑ لیا جائے اور اس کے مال سے جتنا کچھ ہاتھ آسکے فروخت کردیا جائے ۔ اگر مدیون اپنی عسرت کا ذکر کرے اور اس پر گواہی بھی پیش کرے تو اس کی گواہی کو قبول کرلینا چاہیئے اس لیے کہ، ’’فان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ،، میں تنگدست کو مہلت دینے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود (قاضی) اس سے حلف بھی لےاور اگر وہ قسم کھالے تو قرض خواہوں کو اس کے ساتھ الجھنے سے منع کردے،، ۔

ابو بکر کہتے ہیں، ہمارے اصحاب نے اس سلسلہ میں جو فیصلہ کیا ہے کہ عدالت میں اول پیشی پر ہی، ثبوت دین کے بعد، مدیون کو گرفتار کر لیا جائے تو یہ اس لیے کہ آیت اور حدیث میں، بصورت امتناع، اس شخص کے ظالم اور مستوجب سزا ہونے کی دلیل موجود ہے، چنانچہ اس سزا کو اس وقت تک برقرار رکھنا ضروری ہے جب تک عسرت کا ثبوت اس سزا کا ازالہ نہ کردے ۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ ظالم تو وہ صرف اس وقت ہوگا جب دین ادا کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے ادائیگی سے باز رہے، اس لیے کہ اللہ تعالی کسی ایسی چیز پر انسان کی مذمت نہیں کرتا جو انسان کے قدرت و امکان میں نہ ہو اسی لیے نبیؐ نے اپنے ارشاد، ’’ لی الواجد یحل عرضه و عقوبته ،، میں سزا کے استحقاق کے لیے مال کی موجودگی کو شرط قرار دیا ۔ چونکہ استحقاق عقوبت

کی شرط ایسے مال کی موجودگی ہے جس کی ادائیگی ممکن ہو اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ مدیون مالدار ہے اور اس کے باوجود واجب الادا دین کو ادا نہیں کر رہا ہے، اسے حراست میں رکھنا یا سزا دینا درست نہیں۔ محض دین کا ثبوت ہمیشہ اس بات کی علامت نہیں کہ مدیون دین کو ادا کرسکتا ہے، اس لئے کہ ثبوت دین کے بعد تنگدست ہونے کا امکان ہے۔

جواب میں کہا جائے گا، جن دیون کا بدل اس کے ھاتھ میں موجود ہے ان میں تو ہمیں مدیون کے مالدار ہونے کا یقیناً علم ہے لهذا جب تک اس کی تنگدستی اور ناداری ثابت نہ ہوجائے اس وقت تک اسے مالدار ھی قرار دیا جائے گا، البتہ مدیون کے ذمہ واجب الاداء وہ دیون جن کا بدل اس کے ھاتھ میں نہیں تو وہ اس عقد میں داخل ھیں جس کے لزوم کا مدیون اعتراف کرچکا ہے چنانچہ ایسے دین کا مطالبہ خود اس کے فیصلہ کے مطابق اسی سے ہوگا۔ ایسے شخص کا اپنے آپ کو نادار کہنا مالدار کے مہلت طلب کرنے کے برابر ہے، لهذا اس کو اس دعوی میں سچا نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی لئے ھمارے اصحاب (احناف) نے دونوں قسم کے دیون کو، یعنی وہ جن کا بدل مدیون کے ھاتھ میں ہے اور وہ جن کا بدل اس کے ھاتھ میں نہیں، ایک ھی حکم کے تحت رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے لین دین کے معاملہ میں داخل ہونا جو دین کو واجب الاداء قرار دے اس بات کو مستلزم ہے کہ ایسا کرنے والا لزوم اداکا، نیز طالب دین کے حق کے ثبوت کا اعتراف کرتا ہے، کیونکہ دونوں متعاقدین جب کسی ایسے معاملہ میں راضی ہو گئے تو گویا معاملے کے سارے حقوق کو اپنے اوپر لازم گردانا اور دونوں میں سے جو بھی ان حقوق کے لزوم و وجوب سے انکار کرے گا اسے سچا نہیں سمجھا جائے گا۔ اس وجہ سے ہم یہ کہتے ھیں کہ ایسے معاملہ (عقد) کو قبول کرنا معاملے کی صحت کے اعتراف کا مقتضی ہے کہ عقد کی صحت میں حقوق عقد کے لزوم کی ضمانت ہے اور عقد کے فساد کی تصدیق سے عقد کے ظاھری لوازمات کی نفی ہوتی ہے۔

اهل علم کا اس مسئله میں کوئی اختلاف نہیں که متعاقدین کے مابین عقد واقع ہونے اور بظاہر صحیح ہونے کے بعد عقد کے فساد کا دعوی کرنے والا اپنے دعوی میں سچا نہیں بلکه عقد کی صحت کے مدعی کے قول کا اعتبار ہے - غرضکه جب یه دین اس پر ثابت ہو گیا تو اسے تونگر ہی گردانا جائے گا اور اس کی تنگ دستی کے دعوی کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جیسا که اگر کسی مدیون پر دین کی فی‌الحال ادائیگی ثابت ہو تو اسکا دعوا ے تاجیل تسلیم نه ہوگا -

ہمارے اصحاب کا یه کہنا که عدالت میں قاضی کے روبرو پہلی پیشی پر اور تفتیش کئے بغیر مدیون کو گرفتار کرلیا جائے، اس لئے ہے که طلب دین کے ساتھ ہی اسکی تونگری ثابت ہے لہذا ضروری ہے که فوراً ہی اسے پکڑلیا جائے - ممکن ہے که اس کے پاس مال موجود ہو جسے اس نے چھپا رکھا ہو اور کسی دوسرے کو اس کا علم نه ہو، ایسی حالت میں اسے تنگدست نہیں قرار دیا جائے گا، پس قاضی کو چاہئیے که وہ مدیون کو گرفتار کرلے تاکه صحیح صورت حال معلوم ہوسکے، اس بات کا غالب امکان ہے که قید و بند کی صعوبت کے مارے اپنا مال ظاہر کردے - چنانچه اتنے عرصه تک (دو سے تین ماہ) مقید رہنے کے بعد اغلب یه ہے که اس کی حقیقی حالت واضح ہوجائے، تاہم مزید تفتیش کرنا ضروری ہے، ممکن ہے کسی شخص کو پوشیدہ طور پر اس کی تونگری کا علم ہو، لیکن اس شخص کی ناداری کا ثبوت مل جانے کے بعد اسے رہا کردیا جائے -

شریح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے که وہ سودی دین کے علاوہ دیگر دیون میں مدیون کو گرفتار کرلیتے تھے - ایک مرتبه ایک گرفتار شدہ تنگدست مدیون نے ان سے کہا، الله تعالی کا ارشاد ہے، ''و ان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة،، (اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (حاصل ہونے) تک مہلت (دو) -) پھر آپ نے مجھے کیوں قید کیا ؟ شریح نے جواب دیا،

اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا،،
(خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انکو ادا کردیا کرو۔)
اور اللہ تعالی کسی عمل کا حکم دے کر تعمیل کرنے پر عذاب نہیں دیتا۔

اس سے قبل، ''و ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ،، کے مفہوم کی وضاحت میں ہم شریح کی رائے کا ذکر کرچکے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ کلمہ صرف سود سے متعلق ہے اور دیگر دیون میں، مدیون کو، وہ تنگدست ہو یا تونگر، مقید کیا جائے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خیال اس طرف گیا کہ ہمارے پاس مدیون کی تنگدستی معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں، کیونکہ جو شخص بظاہر تنگدست معلوم ہوتا ہے، ممکن ہے حقیقت میں خوش حال ہو، اس لئے انہوں نے 'انظار' (مہلت دینے) کے حکم کو سود کے راس المال کی ادائیگی تک محدود کردیا اور دوسرے دیون کے حکم کو، قرض کے معاملہ کی وجہ سے، دین کے واجبات کے لزوم پر محمول کیا۔ ہم اس رائے کے فاسد ہونے کی مدلل وجہ بیان کرچکے ہیں کہ یہاں عام معنی مراد لیا جائے گا نہ کہ خاص مزید برآں اگر یہ آیت صراحتاً سود کے بارے میں ہوتی تب بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے باقی دیون کا یہی حکم ہوتا، اس لئے کہ تونگری کی حالت میں دونوں قسم کے دیون مطالبے کی درستگی اور ادائیگی کے وجوب میں ایک جیسے ہیں لھذا تنگدستی کی حالت میں بھی ان کا حکم ایک جیسا ہونا چاہیئے۔

مدیون کی گرفتاری پر شریح نے ارشاد الہی، ''ان اللہ یا مرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا،، (خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انکے حوالے کردیا کرو۔) سے جو استدلال کیا ہے اس میں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ارشاد ان اشیاء کے بارے میں ہے جو بطور امانت قرض داروں کے ہاتھوں میں موجود ہیں اور جنھیں ادا کرنا ضروری ہے، البتہ وہ دیون جو مدیون کے ذمہ ہیں انکا مطالبہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کی ادائیگی مدیون کے بس

میں ہو۔ ارشاد الہی ، ”لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسراہ،، (خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔ اور خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔) کی رو سے، جو چیز تنگدست کے بس میں نہیں اسکی ادائیگی کا وہ مکلف نہیں اور جس چیز کی ادائیگی کا وہ مکلف نہیں اس چیز پر اسے مقید کرنا جائز نہیں ۔

اگر کہا جائے کہ دین بھی تو ایک قسم کی امانت ہے، جیسا کہ ارشاد الہی، ”فان امن بعضکم بعضا فلیؤ و الذی ائتمن امانتہ (اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رھن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاھئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کردے) میں 'امانت، کے لفظ سے وہ دین مراد ہے جو ارشاد الہی، ”یا ایھا الذین آمنوا اذا تدا ینتم بدین الی اجل مسمی فا کتبوہ ، (مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔) میں مذکور ہے -۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر ”ان اللہ یا مرکم ان تؤ دوا الامانات الی اھلھا،، سے دین ھی مراد لیا جائے تو بھی مدیون کے ساتھ اس حکم کا تعلق اس شرط سے ھوگا کہ اس دین کی ادائیگی مدیون کے بس میں ھو کیونکہ ھم وضاحت کر چکے ھیں کہ اللہ تعالی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، لھذا نادار مدیون کے بارے میں یہی فیصلہ ہے کہ وہ دین ادا کرنے پر قادر نہیں ۔ شریح اور انکے ھم خیال دیگر سلف پر یہ امر مخفی نہیں تھا کہ اللہ تعالی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، بلکہ وہ لوگ اس بات کو ھم سے بہتر طور پر جانتے تھے۔ میرے نزدیک شریح شاید اس طرف چلے گئے کہ انہیں مدیون کی عسرت کا یقین نہ آیا اور یہ ممکن ہے کہ مدیون بظاھر تنگدست ھونے کے باوجود ادائیگی پر قادر ھو، اس لئے وہ اسے مقید کردیتے تھے۔

حواشی

(۱) البقرة : ۲۸۰

(۲) جملہ اسمیہ کے شروع میں 'کان' ہو تو اس جملہ کے مسندالیہ کو عربی قواعد میں کان کا اسم اور مسند کو کان کی خبر کہا جاتا ہے -

(۳) دین، قرض سے عام ہے - دین ہر اس چیز کو شامل ہے جو کسی کے ذمہ واجب الادا ہو - جبکہ قرض وہ مال ہے جو ایک مقررہ میعاد کے بعد واپسی کی شرط پر دیا جائے - متن میں دین کا لفظ ہے' قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس کا معنی قرض کیا گیا ہے -

(۴) النساء : ۵۸ -

(۵) الطلاق : ۷ -

(۶) البقرہ : ۲۸۳ -

(۷) البقرہ : ۲۸۲ -